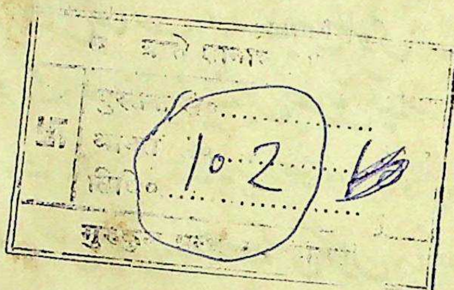
فریادِ اُمّت



جناب شیخ ڈاکٹر محمد اقبال صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی بیرسٹر ایٹ لا لاہور

شیخ مبارک علی تاجر کتب لاہور اندرون لوہاری دروازہ

باہتمام شیخ گلزار محمد پرنٹر

در مطبع گلزار محمدی سٹیم پریس لاہور طبع گردید

مثنوی رموز بیخودی

یعنی اسرار حیات ملیہ اسلامیہ از ترجمان حقیقت ڈاکٹر
شیخ محمد اقبال صاحب ایم اے اس مثنوی میں مصنف موصوف
نے شعر کے دلغریب پیرائے میں حقایق ملیہ اسلامیہ کو اس
خوبی سے بیان کیا ہے کہ پڑھنے والے کو ایسی روحانی
مسرت حاصل ہوتی ہے جیسے کسی گران بہا کھوئی ہوئی
چیز کے مل جانے سے ہو۔ حکمت مومن کی گم شدہ چیز ہے
یہ مثنوی اسی گم شدہ حکمت کا پتہ دیتی ہے :-

قیمت مجلد عہ بلا جلد عہ محصول ڈاک علاوہ

المشتہر
شیخ مبارک علی تاجر کتب لاہور لوہاری دروازہ چوک جکلہ



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

فریادِ اُمّت



یعنی

جنابِ ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب بیرسٹر ایٹ لاء نے قریباً ۱۲ سال ہوئے انجمن حمایتِ اسلام لاہور کے سالانہ جلسے میں (تخیلاً بآستانۂ سرورِ کائنات خلاصۂ موجودات) حمایتِ فریاد کے رنگ میں (ابرِ گہربار کے عنوان سے) پڑھی تھی۔ ازاں بعد ۱۹۱۲ء میں (باجازتِ مصنف) فریادِ اُمّت کے نام سے تقطیع ۱۶ پر چھاپ دی گئی

دل میں جو کچھ ہے نہ لب پر اُسے لاؤں کیونکر
ہو چھپانے کی نہ جو بات چھپاؤں کیونکر
شوقِ نظارہ یہ کہتا ہے قیامت آئے
پھر میں نالوں سے قیامت نہ اُٹھاؤں کیونکر

میری ہستی نے رکھا مجھ سے تجھے پوشیدہ
پھر تری راہ میں اُس کو نہ مٹاؤں کیونکر

صدمۂ ہجر میں کیا لطف ہے اللہ اللہ!
یہ بھی اک ناز ہے تیرا نہ اُٹھاؤں کیونکر

زندگی تجھ سے ہے اے نارِ محبت! میری
اشکِ غم سے ترے شعلوں کو بجھاؤں کیونکر

تجھ میں سو نغمے ہیں اے تارِ ربابِ ہستی!
زخمۂ عشق سے تجھ کو نہ بجاؤں کیونکر

ضبط کی تاب نہ یارائے خموشی مجھکو
ہائے! اس دردِ محبت کو چھپاؤں کیونکر

بات ہے راز کی پر منہ سے نکل جائیگی
یہ مئے کہنہ خمِ دل سے اُچھل جائیگی

آسماں مجھکو بجھا دے جو فروزاں ہوں میں

صورتِ شمعِ سرِ گورِ غریباں ہوں میں

ہوں وہ بیمار جو ہو فکرِ مداوا مجھکو

درد چپکے سے یہ کہتا ہے کہ درماں ہوں میں

دیکھنا! تو میری صورت پہ نہ جانا گلچیں!

دیکھنے کو صفتِ گُلِ خنداں ہوں میں

موت سمجھا ہوں مگر زندگیٔ فانی کو۔

نام آ جائے جو اُس کا تو گریزاں ہوں میں

دور رہتا ہوں کسی بزم سے اور جیتا ہوں

یہ بھی جینا ہے کوئی جس سے پشیماں ہوں میں

کنجِ عزلت سے مجھے عشق نے کھینچا آخر

یہ وہی چیز ہے جس چیز پہ نازاں ہوں میں

داغِ دل مہر کی صورت ہے نمایاں لیکن
ہے اِسے شوق ابھی - اور نمایاں ہوں میں
ضبط کی جا کے سُنتا اور کیا کہوں ناصح !
اشک بڑھ بڑھ کے یہ کہتا ہے کہ طوفاں ہوں میں
ہوں وہ مضمون کہ مشکل ہے سمجھنا میرا
کوئی مائل ہو سمجھنے پہ تو آساں ہوں میں
رند کہتا ہے ولی مجھ کو - ولی رند مجھے
سُن کے اِن دونو کی تقریر کو حیراں ہوں میں
زاہدِ تنگ نظر نے مجھے کافر جانا
اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلماں ہوں میں
کوئی کہتا ہے کہ اقبال ہے صوفی مشرب
کوئی سمجھا ہے کہ شیدائے حسیناں ہوں میں -

ہُوں عیاں سب پہ مگر پھر بھی ہیں اتنی باتیں

کیا غضب آئے نگاہوں سے جو پنہاں ہُوں میں

دیکھ! اے چشمِ عدو مجھ کو حقارت سے نہ دیکھ

جس پہ خالق کو بھی ہو ناز وُہ انساں ہُوں میں

مزرعۂ سوختۂ عشق ہے حاصل میرا

درد قُرباں ہو جس دل پہ وہ ہے دل میرا

قصۂ دار و رسن بازیٔ طفلانۂ دِل

التجائے ارنی سُرخیٔ افسانۂ دِل

یارب! اِس ساغرِ لبریز کی مے کیا ہو گی؟

جادۂ راہِ بقا ہے خطِ پیمانۂ دِل۔

ابرِ رحمت تھا کہ تھی عشق کی بجلی یارب!

جل گئی مزرعۂ ہستی تو اُگا دانۂ دِل

حسن کا گنجِ گرانمایہ تجھے مل جاتا
تو نے فرہاد! نہ کھودا کبھی ویرانۂ دل

عرش کا ہے کبھی کعبہ کا ہے دھوکا اس پر
کس کی منزل ہے الٰہی! میرا کاشانۂ دل

کچھ اسی کو ہے مزا دہر میں آزادی کا
جو ہوا قیدیٔ زنجیرِ پری خانۂ دل

اس کو اپنا ہے جنوں اور مجھے سودا اپنا
دل کسی اور کا دیوانہ - میں دیوانۂ دل

تو سمجھتا نہیں اے زاہدِ ناداں! اس کو
رشکِ صد سجدہ ہے اک لغزشِ مستانۂ دل

ہائے کیا جانیے اس گھر کا مکیں کیسا ہو؟
ہوں جو منصور سے دربانِ درِ خانۂ دل

خاک کے ڈھیر کو اکسیر بنا دیتی ہے
وُہ اثر رکھتی ہے خاکسترِ پروانۂ دِل

عشق کے دام میں پھنس کر یہ رِہا ہوتا ہے
برق گرتی ہے تو یہ نخل ہرا ہوتا ہے

آتی ہے اپنی سمجھ اور پہ مائل ہوکر
آنکھ کھُل جاتی ہے اِنسان کی بیدل ہوکر

لوگ سودا کو یہ کہتے ہیں بُرا ہوتا ہے
عقل آئی مجھے پابندِ سلاسِل ہوکر

آرزو کا کبھی رونا۔ کبھی اپنا ماتم
اِس سے پُوچھے کوئی۔ کیا دِل نے لیا دِل ہوکر؟

میری ہستی ہی جو تھی میری نظر کا پردہ
اُٹھ گیا بزم سے میں پردۂ محفل ہوکر

عینِ ہستی ہوا ہستی کا فنا ہو جانا
حق دکھایا مجھے اِس نقطہ نے باطل ہو کر

خلق معقول ہے محسوس ہے خالق اے دل!
دیکھ ۔ ناداں! ذرا آپ سے غافل ہو کر

طُور پر تُو نے جو اے حضرت موسٰی! دیکھا
وُہی کچھ قیس نے دیکھا پسِ محمل ہو کر

کیا کہوں ۔ بیخودیٔ شوق میں لذّت کیا ہے
تو نے دیکھا نہیں زاہد! کبھی غافل ہو کر

رہِ اُلفت میں رواں ہُوں ۔ کبھی اُفتادہ ہوں
موج ہو کر ۔ کبھی خاکِ لبِ ساحل ہو کر

دمِ خنجر میں دمِ ذبح سماتا جاتا ہوں
جوہرِ آئینہ خنجر قاتل ہو کر

وُہ مسافر ہُوں ملے جب نہ پتا منزل کا
خود بھی مِٹ جاؤں نشانِ رہِ منزل ہو کر

ہے فروغ دو جہاں داغِ محبت کی ضیا
چاند یہ وہ ہے کہ گھٹتا نہیں کامل ہو کر

دیدۂ شوق کو دیدار نہ ہو کیا معنے
آئے محفل میں جو دیدار کے قابل ہو کر

عشق کا تیر قیامت تھا الٰہی! توبہ
دل تڑپتا ہے مرا طائرِ بسمل ہو کر

مئے عرفاں سے مرا کاسۂ دل بھر جائے
میں بھی نکلا ہوں تری راہ میں سائل ہو کر

اَلمَدَد اے سیدِ مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

لاکھ ساماں ہے اِک بے سر و ساماں ہونا
مُجھ کو جمعیتِ خاطر ہے پریشاں ہونا

تیری اُلفت کی اگر ہو نہ حرارت دِل میں
آدمی کو بھی مُیسّر نہیں انساں ہونا

یہ شہادت گہِ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسُلماں ہونا

دِل جو بربادِ مُحبّت ہُوا آباد ہُوا
سازِ تعمیر تھا اس فقر کو ویراں ہونا

عِلم و حِکمت کے مدینے کی کشش ہے مجھ کو
لُطف دے جاتا ہے کیا کیا مجھے ناداں ہونا

کبھی یثرب میں اُویسِ قرنی سے چھُپنا
کبھی برقِ نگہِ موسئے عمراں ہونا

قابَ قوسین بھی - دعویٰ بھی عبودیت کا

کبھی چلمن کو اُٹھانا - کبھی پنہاں ہونا

لُطف دیتا ہے مجھے مٹ کے تری اُلفت میں

ہمہ تن شوق ہوائے عربستاں ہونا

یہی اسلام ہے میرا - یہی ایماں میرا

تیرے نظارۂ رُخسار سے حیراں ہونا -

خندۂ صبح تمنائے براہیم اتنی

چہرہ پرداز یہ حیرت کدۂ سیم اتنی

حشر میں ابرِ شفاعت کا گُہر بار آیا -

دیکھ! آے جنسِ عمل! تیرا خریدار آیا

پیرہن عشق کا جب حُسنِ ازل نے پہنا

بن کے یثرب میں وُہ آپ اپنا خریدار آیا

میں گیا حشر میں جس دم تو صدا یوں آئی
دیکھنا! دیکھنا!! وہ کافرِ دیندار آیا

لطف آنے کا تو جب ہے کہ کسی پر آئے
ورنہ دل اپنا بھی آنے کو تو سو بار آیا

جوشِ سودائے محبت میں گریباں اپنا
میں نے دیکھا تو نہ ہاتھوں میں کوئی تار آیا

عشق کی راہ میں اک سیر تھی ہر منزل پر
نجد کا دشت کہیں مصر کا بازار آیا

میں نے سو گلشنِ جنت کو کیا اُس پہ نثار
دشتِ یثرب میں اگر زیرِ قدم خار آیا

لیں شفاعت نے قیامت میں بلائیں کیا کیا
عرقِ شرم میں ڈوبا جو گنہگار آیا

وُہ میری شرمِ گنہ اور وُہ سفارش تیری
ہائے اِس پیار پہ کیا کیا نہ مجھے پیار آیا
ہے ترے عشق کا مئیخانہ عجب مئیخانہ!
یعنی ہشیار گیا۔ اور میں سرشار آیا
مَاعَرَفنا نے چھپا رکھی ہے عظمت تیری
قَابَ قَوسَین سے کھُلتی ہے حقیقت تیری
لے چلا بحرِ محبّت کا تلاطُم مجھ کو
کشتیٔ نوح ہے ہر موجۂ قلزم مجھ کو
حُسن تیرا مری آنکھوں میں سما یا جب سے
تیر لگتی ہے شعاعِ مہ و انجُم مجھ کو
تیرے قربان میں اَے ساقیٔ مئیخانۂ عشق!
میں نے اِک جام کہا۔ تو نے دیئے خُم مجھ کو

خاک ہو کر یہ ملا اوج تری اُلفت میں
کہ فرشتوں نے لیا مہر نبوّت مجھکو

گردِ محشر دامن سے لگا پھرتا ہوں
حشر کے روز بھلا دو نہ کہیں تم مجھکو

کوئی دیکھے تو ترے عاشقِ شیدا کا مزاج
حُور سے کہتا ہے چھیڑا نہ کرو تم مجھکو

موت آجائے جو یثرب کے کسی کوچے میں
میں نہ اُٹھوں جو مسیحا بھی کہے قُم مجھکو

صِفَتِ نوکِ سرِ خارِ شبِ فرقت میں
چبھ رہی ہے نگہِ دیدۂ انجم مجھکو

خوف رہتا ہے یہ ہر دم کہ رہِ یثرب سے
طُور کی سمت نہ لے جائے توہّم مجھکو

تُو نے آنکھوں کے اشارے سے جو تسکیں کر دی
شورِ محشر ہُوا گلبانگ ترنّم مجھکو
اپنا مطلب مجھے کہنا ہے مگر تیری حضور
چھوڑ جائے نہ کہیں تابِ تکلّم مجھکو
ہے ابھی اُمّتِ مرحُوم کا رونا باقی
دیکھ! اے بیخودیٔ شوق نہ کر گُم مجھکو

ہمہ حسرت ہُوں سراپا غم بربادی ہُوں
ستمِ دہر کا مارا ہُوا فریادی ہُوں

اے کہ! تھا نُوح کو طُوفاں میں سہارا تیرا
اور براہیم کو آتش میں بھروسا تیرا
اے کہ! مشعل تھا ترا ظلمتِ عالم میں وجُود
اور نُورِ نگہِ عرش تھا ستارہ تیرا

اے کہ! پرتو ہے ترے ماتھ کا مہتاب کا نور
چاند بھی چاند بنا پا کے اِشارا تیرا
گرچہ پوشیدہ رہا حُسن ترا پردوں میں
ہے عیاں معنے لَوْلَاکَ سے پایا تیرا
ناز تھا حضرتِ مُوسےٰ کو یدِ بیضا پر
سو تجلّے کا محل نقشِ کفِ پا تیرا
چشمِ ہستی صفتِ دیدہ آعمے ہوتی
دیدۂ کُن میں اگر نُور نہ ہوتا تیرا
مجھکو انکار نہیں آمدِ مہدی سے مگر
غیر ممکن ہے کوئی مثل ہو پیدا تیرا
کیا کہوں اُمتِ مرحوم کی حالت کیا ہے
جس سے برباد ہوئے ہم۔ وہ مصیبت کیا ہے

حال اُمت کا بُرا ہو کہ بھلا کہتے ہیں
صفتِ اُس نے جو کچھ ہے صفا کہتے ہیں
واعظوں میں یہ تکبّر کہ الٰہی! تو یہ
اپنی ہر بات کو آوازِ خدا کہتے ہیں
اِن کے ہر کام میں دُنیا طلبی کا سودا
ہاں! مگر وعظ میں دُنیا کو بُرا کہتے ہیں
غیر بھی ہو تو اُسے چاہیئے اچھا کہنا
پر غضب ہے کہ یہ اپنوں کو بُرا کہتے ہیں
فرقہ بندی کی ہوا تیرے گلستاں میں چلی
یہ وہ ناداں ہیں اِسے بادِ صبا کہتے ہیں
آہ! جس بات سے ہو فتنۂ محشر پیدا
یہ وہ بندے ہیں اُسے فتنہ رُبا کہتے ہیں

جن کی دینداری میں ہو آرزوئے زرِ پنہاں
اُسکے دھوکے میں انہیں رہنما کہتے ہیں

لاکھ اقوام کو دُنیا میں اُجاڑا اُس نے
یہ تعصب کو مگر گھر کا دیا کہتے ہیں

خانہ جنگی کو سمجھتے ہیں بنائے ایماں
مَرَضُ الْمَوت ہے جو اس کو دَوا کہتے ہیں

مقصدِ لَحمُکَ لَحمِی پہ کھلی اِن کی زباں
یہ تو اِک راہ سے تجھکو بھی بُرا کہتے ہیں

تیرے پیاروں کا تو یہ حال ہوا اے شافعِ حشر!
میرے جیسوں کو تو کیا جانیئے کیا کہتے ہیں؟

بُغضِ للہ کے پردے میں عداوتِ ذاتی
دین کی آڑ میں کیا کرتے ہیں کیا کہتے ہیں؛

جن کا یہ دین ہو کہ اپنوں سے کریں ترکِ سلام
ایسے بندوں کو یہ بندے "صُلحا" کہتے ہیں

قوم کے عشق میں ہو فکرِ کفن بھی نہ جسے
یہ اُسے بندۂ بے دامِ ہوا کہتے ہیں

وصل ہو لیلیٰ مقصود سے کیونکر اپنا
اخترِ سوختۂ قیس ہے اختر اپنا

اُمرا جو ہیں وہ سُنتے نہیں اپنا کہنا —
سامنے منبر کے پڑا ہے مجھے کیا کیا کہنا

ہم جو خاموش تھے اب تک تو ادب مانع تھا
ورنہ آتا تھا ہمیں حرفِ تمنا کہنا

دردمندوں کا کہیں حال چھپا رہتا ہے
اپنی خاموشی بھی تھی ایک طرح کا کہنا

شکوہ ہمت کشِ لب ہے کبھی منت کشِ چشم
میرا کہنا جو ہے رونا تو ہے رونا کہنا

قوم کو قوم بنا سکتے ہیں دولت والے
یہ اگر راہ پہ آجائیں تو پھر کیا کہنا

بادۂ عیش میں سرمست رہا کرتے ہیں
یاد فرمان نہ تیرا اور نہ خدا کا کہنا

ہم نے سو بار کہا "قوم کی حالت ہے بُری
پر سمجھتے نہیں یہ لوگ ہمارا کہنا

دیکھتے ہیں یہ غریبوں کو تو برہم ہو کر
فقر تھا فخر ترا شاہ دو عالم ہو کر

اس مصیبت میں ہے اک تو ہی سہارا اپنا
تنگ آکر لب فریاد ہوا وا اپنا

ایسی حالت میں بھی اُمید نہ ٹوٹی اپنی

نام لیوا ہیں ترے سمجھ یہ ہے دعویٰ اپنا

فرقہ بندی سے کیا راہنماؤں نے خراب

ہائے! اِن مالیوں نے باغ اُجاڑا اپنا

ہم نے سو راہ اُخوت کی نکالی لیکن

نہ تو اپنا ہُوا اپنا - نہ پرایا اپنا

دیکھ! اے نُوح کی کشتی کے بچانیوالے

آیا گرداب حوادث میں سفینہ اپنا

اِس مصیبت میں اگر تُو بھی ہماری نہ سُنے

اور ہم کس سے کہیں جا کے فسانہ اپنا

ہاں! برس! ابرِ کرم دیر نہیں ہے اچھی

کہ نہ ہونے کے برابر ہُوا ہونا اپنا

لطف یہ ہے کہ پھلے قوم کی کھیتی اِس سے
ورنہ ہونے کو تو آنسو بھی ہے دریا اپنا
اب جو ہے ابرِ مصیبت کا دھواں دھار آیا
ڈھونڈھتا پھرتا ہے تجھ کو دلِ شیدا اپنا
یوں تو پوشیدہ نہ تھی تجھ سے ہماری حالت
ہم نے گھبرا کے مگر تذکرہ چھیڑا اپنا
زندگی تجھ سے ہے اے فخرِ براہیم اپنی
کر دعا حق سے کہ مشکل ہوا جینا اپنا
ایک یہ بزم ہے لے دے کے ہماری باقی
ہے انہی لوگوں کی ہمت پہ بھروسا اپنا
داستاں درد کی لمبی ہے کہیں کیا تجھ سے
ہے ضعیفوں کو سہارے کی تمنا تجھ سے

قوم کو جس سے شفا ہو وہ دوا کونسی ہے؟
یہ چمن جس سے ہرا ہو وہ صبا کونسی ہے؟
جس کی تاثیر سے ہو عزتِ دین و دُنیا
ہائے! اے شافعِ محشر! وہ دُعا کونسی ہے
جس کی تاثیر سے یکجان ہو اُمّت ساری
ہاں بتا دے! ہمیں وہ طرزِ وفا کونسی ہے
جس کے ہر قطرے میں تاثیر ہو یکرنگی کی۔
ہاں۔ بتا دے! وہ مئے ہوش رُبا کونسی ہے
قافلہ جس سے رواں ہو سوئے منزل اپنا
ناقہ وہ کیا ہے وہ آوازِ درا کونسی ہے؟
اپنی فریاد میں تاثیر نہیں ہے باقی!
جس سے دل قوم کا پگھلے وہ صدا کونسی ہے؟

سب کو دولت کا بھروسا ہے زمانہ میں مگر

اپنی اُمید یہاں تیرے سوا کونسی ہے ؟

اپنی کھیتی ہے اُجڑ جانے کو آئے ابرِ کرم!

تجھ کو جو کھینچ کے لائے وہ ہوا کونسی ہے ؟

ہے نہاں جن کی گدائی میں امیری سب کی

آج دُنیا میں وہ بزمِ فقرا کونسی ہے ؟

تیرے قرباں کہ دکھا دی ہے یہ محفل تو نے

میں نے پوچھا جو اخوت کی بنا کونسی ہے ؟

راہ اِسی محفلِ رنگین کی دکھا دے سب کو

اور اِس بزم کا دیوانہ بنادے سب کو

اقبال

بجھ گیا وہ شعلہ جو مقصودِ ہر پروانہ تھا
اب کوئی سودائیِ سوزِ تمام آیا تو کیا
پھول بے پروا ہیں تو گرمِ نوا ہو یا نہ ہو
کارواں بے حس ہے آوازِ درا ہو یا نہ ہو
شمعِ محفل ہو کے تو جب سوز سے خالی رہا
تیرے پروانے بھی اِس لذّت سے بیگانے رہے
رشتۂ اُلفت میں جب اُن کو پرو سکتا تھا تو
پھر پریشاں کیوں تِری تسبیح کے دانے رہے
شوقِ بے پروا گیا فکرِ فلک پیما گیا
تیری محفل میں نہ دیوانے نہ فرزانے رہے
وہ جگر سوزی نہیں وہ شعلہ آشامی نہیں
فائدہ پھر کیا جو گردِ شمع پروانے رہے

خیر تو ساقی سہی لیکن پلائے گا کسے ؟

اب نہ وُہ مے کش رہے باقی نہ میخانے رہے

رو رہی ہے آج اِک ٹُوٹی ہُوئی مینا اُسے

کل تلک گردش میں جس ساقی کے پیمانے رہے

آج ہیں خاموش وُہ دشتِ جنُوں پرور جہاں

رقص میں لیلا رہی لیلا کے دِیوانے رہے

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا

کارواں کے دِل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

جِنکے ہنگاموں سے تھے آباد ویرانے کبھی

شہر اُن کے مِٹ گئے آبادیاں بن ہو گئیں

سطوتِ توحید قائم جِن نمازوں سے ہُوئی

وُہ نمازیں ہِند میں نذرِ برہمن ہو گئیں

دہر میں عیشِ دوام آئین کی پابندی سے ہے
موج کو آزادیاں سامانِ شیون ہو گئیں

خود تجلّی کو تمنّا جن کے نظّاروں کی تھی
وہ نگاہیں نا اُمیدِ نورِ ایمن ہو گئیں

اُڑتی پھرتی تھیں ہزاروں بُلبلیں گلزار میں
دل میں کیا آئی کہ پابندِ نشیمن ہو گئیں

وسعتِ گردوں میں تھی اُن کی تڑپ نظّارہ سوز
بجلیاں آسودۂ دامانِ خرمن ہو گئیں

دیدۂ خونبار ہو منّت کشِ گلزار کیوں
اشکِ پیہم سے نگاہیں گل بدامن ہو گئیں

شامِ غم لیکن خبر دیتی ہے صبحِ عید کی
ظلمتِ شب میں نظر آئی کرن اُمّید کی

مُژدہ اَے پیمانہ بردارِ خُمستانِ حجاز
بعد مُدّت کے ترے رِندوں کو پھر آیا ہے ہوش
نقدِ خود داری بہائے بادۂ اغیار تھی
پھر دُکاں تیری ہے لب ریزِ صدائے ناؤ نوش
ٹُوٹنے کو ہے طلسمِ ماہ سیمایانِ ہند
پھر سلیمیٰ کی نظر دیتی ہے پیغامِ خروش
پھر یہ غوغا ہے کہ لا ساقی شرابِ خانہ ساز
دِل کے ہنگامے مَئے مغرب نے کر ڈالے خموش
نغمہ پیرا ہو کہ یہ ہنگامِ خاموشی نہیں
ہے سحر کا آسماں خورشید سے مِینا بدوش
در غمِ دیگر بسوز و دیگراں را ہم بسوز
گفتمت روشن حدیثے گر توانی دار گوش

کہ گئے ہیں شاعری جزو یست از پیغمبری
ہاں سُنا دے محفلِ ملّت کو پیغامِ سروش
آنکھ کو بیدار کر دے وعدہ دیدار سے
زندہ کر دے دِل کو سوزِ جوہرِ گفتار سے
مُلک ہاتھوں سے گیا مِلّت کی آنکھیں کُھل گئیں
سُرمہ چشمِ دشت میں گردِ رمِ آہو ہُوا
رہزنِ ہمّت ہُوا ذوقِ تن آسانی ترا
بحر تھا صحرا میں تو گلشن میں آیا جو ہُوا
اپنی اصلیّت پہ قائم تھا تو جمعیّت بھی تھی
چھوڑ کر گُل کو پریشاں کاروانِ بُو ہُوا
زندگی قطرے کی سِکھلاتی ہے اسرارِ حیات
یہ کبھی گوہر کبھی شبنم کبھی آنسو ہُوا

پھر کہیں سے اس کو پیدا کر بڑی دولت ہے یہ
زندگی کیسی جو دل بیگانہ پہلو ہوا
آبرو باقی تری ملّت کی جمعیّت سے تھی
جب یہ جمعیّت گئی دُنیا میں رُسوا تو ہوا

فرد قائم ربطِ ملّت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

پردۂ دل میں محبّت کو ابھی مستور رکھ
یعنی اپنی مے کو رُسوا صورتِ مینا نہ کر
خیمہ زن ہو وادیٔ سینا میں مانندِ کلیم
شعلۂ تحقیق کو غارت گرِ کاشانہ کر
شمع کو بھی ہو ذرا معلوم انجامِ ستم
صرفِ تعمیرِ سحر خاکسترِ پروانہ کر

تُو اگر خود دار ہے منّت کشِ ساقی نہو
عین دریا میں حباب آسا نگوں پیمانہ کر
کیفیّت باقی پُرانے کوہ و صحرا میں نہیں
ہے جنوں تیرا نیا پیدا نیا ویرانہ کر
خاک میں تجھکو مُقدّر نے ملایا ہے اگر
تو عصا اُفتاد سے پیدا مثالِ دانہ کر
ہاں اُسی شاخ کہن پر پھر بنا لے آشیاں
اہلِ گلشن کو شہیدِ نغمۂ مستانہ کر
اِس چمن میں پیروِ بلبل ہو یا تلمیذِ گُل
یا سراپا نالہ بن جا یا نوا پیدا نہ کر
کیوں چمن میں بے صدا مثلِ رمِ شبنم ہے تُو
لب کُشا ہو جا سرودِ بربطِ عالم ہے تُو

آشنا اپنی حقیقت سے ہو اَے دِہقاں ذرا
دانہ تُو کھیتی بھی تُو باراں بھی تُو حاصل بھی تُو

آہ! کِس کی جُستجُو آوارہ رکھتی ہے تجھے؟
راہ تُو رَہرَو بھی تُو رہبر بھی تُو منزل بھی تُو

کانپتا ہے دِل ترا اندیشۂ طُوفاں سے کیا؟
ناخُدا تُو بحر تُو کشتی بھی تُو ساحل بھی تُو

دیکھ آکر کُوچۂ چاکِ گریباں بھی کبھی
قَیس تُو لیلا بھی تُو صحرا بھی تُو محمل بھی تُو

وائے نادانی کہ تُو محتاجِ ساقی ہو گیا!
مَے بھی تُو مینا بھی تُو ساقی بھی تُو محفل بھی تُو

شعلہ بن کر پھُونک دے خاشاکِ غیر اللہ کو
خوفِ باطل کیا کہ ہے غارت گرِ باطل بھی تُو

ذیل کی کل غریب اور دلپذیر نظمیں ایک ہی تقطیع پر مختلف پیرایوں سے چھپی ہیں ایک دفعہ منگا دیکھئے

تاجران کتب کو ایک روپیہ میں ۲۰ کا بھاؤ اور محصول ڈاک معاف دیگر خریداروں کو ایک روپیہ کی کتب خرید پر محصول معاف

بانگ درا مصنفہ ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم اے قیمت ۱ر

شکوہ ۲ر

جواب شکوہ ۴ر

نالۂ یتیم ۲ر

شمع اور شاعر ۴ر

فریاد امت ۳ر

تصویر درد ۴ر

سوز ہجر دمشق (رگھوپتی سہائے صاحب فراق گورکھپوری) ۲ر

دنیا کی اُجڑی ہوئی محفل ۲ر

مسلموں کی فریاد (آغا شاعر قزلباش دہلوی) ۲ر

دربار رسول (خواجہ دل محمد ایم اے پروفیسر اسلامیہ کالج) ۳ر

مناجات ۱ر

پیکر نور ۲ر

نابدان کا گیت

تحفۃ الاخوان (مولانا حالی مرحوم پانی پتی) ۴ر

آپ کی داد ۲ر

شکوۂ ہند ۱ر

نعرۂ توحید (میرزا احسین صاحب ناظم) ۲ر

اچھے کپڑے (مرزا عبدالغنی ارشد گورگانی مرحوم دہلوی) ۱ر

جوگی اور ناظر (چودھری خوشی محمد ناظر گورنر کشمیر) ۲ر

ہمارا خدا (خان احمد حسین خان بی اے مصنف) ۱ر

ہمارا رسول ۲ر

ہمارا قرآن ۲ر

میرا خواب ۲ر

اخوت ۲ر

خیرات ۱ر

تصویر یتیمی ۴ر

خیالی محفل ۲ر

ندائے غیب ۱ر

مدینہ کی کھجور (عبدالحنیف خالق دہلوی) ۲ر

کلام نیرنگ (سید غلام بھیک نیرنگ بی اے کا کلام کا مجموعہ مع فوٹو مصنف) ۱ر

پیغام عمل ۱ر

شعلۂ طور (غلام محمد طور ایم اے پروفیسر) ۲ر

فراق یوسف (مہر علی اخیس) ۲ر

با تصویر توریال (مختلف شعرا کی تصنیف) ۲ر

حیات قلندر (مصنفہ بو علی قلندر) ۱ر

اربعین جامی ۔ ۴۰ حدیثوں کا ترجمہ منظومہ مولانا جامی ۲ر

مجموعہ عید (عید پر ۹۰ شعروں کا مجموعہ) ۴ر

شمع محفل (چیدہ چیدہ غزلوں کا مجموعہ) [illegible]

از ڈاکٹر ... اقبال

مثنوی اسرار خودی

یہ مثنوی تعلیم اسلامی و تصوف اسلامی کی حقیقی نیابت اور کلام
کی اعلیٰ تفسیر ہے اور اِس کی تعلیم بیخودی سے عُریان خودی سے مزین
عُزلت کے منافی اور متصور بیم و ہراس اور اِس غلط تصوف اسلا
کو جو ہندوستان میں پھیلایا گیا ہے دور کرنیوالی ہے۔ ہم مر
خوابیدہ کو تیرہ سو تینتس سال بعد یہ بانگ دار پہنچائی گئی ہے
اسکی تعلیم پر عمل کرنیسے کشتۂ قوم منزل مقصود پر پہنچ سکتی ہے
تمام حقائق و معارف پڑھنے اور سمجھنے سے ہی معلوم ہو سکتے ہیں

قیمت بلا جلد عہ مجلد عہ محصول ڈاک علاوہ

المشتہر

شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ

اوم

مرزائی تبلیغ کا جواب

از

مہاشہ چرنجی لال پریم

ایڈیٹر آریہ مسافر لاہور

مارچ ۱۹۳۳ء

اوم

مرزائی تبلیغ کا جواب

قادیانی مرزائیوں کو بیٹھے بیٹھے کھجلی جو ہوتی ہے۔ تو وہ خواہ مخواہ دیگر مذاہب و دیگر اقوام کے لوگوں کے ساتھ چھیڑ خانی شروع کر دیتے ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں ان کی باسی کڑھی میں جو اُبال آیا۔ تو انہوں نے صرف مسلمانوں کے اندر مرزائیت کی تبلیغ کے لئے ایک دن مقرر کر دیا۔ لیکن چونکہ انہیں اپنے مقصد میں چنداں کامیابی نہ ہوئی۔ اور مسلمانوں نے ان کی جگہ بہ جگہ گت بنائی۔ اس لئے انہوں نے اپنی کوششوں کا رُخ ہندوؤں کی طرف پھیر دیا۔ اور مرزائیوں کے گڑھ قادیان سے حکم صادر ہو گیا۔ کہ تمام مرزائی ۵ مارچ ۱۹۳۳ء کو خاص طور پر ہندوؤں میں تبلیغ کریں اس حکم کی تعمیل میں مرزائیوں نے مختلف مقامات میں طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کئے۔ کہیں نہایت دلآزار مضمون سے پُر مفلٹ شائع کئے۔ کہیں اسی قسم کے پوسٹر اور اشتہارات نکالے گئے۔ اور کئی مقامات پر پبلک جلسے کر کے اور ان میں نہایت اشتعال انگیز اور دلآزارانہ تقریریں کر کے خواہ مخواہ بدمزگی پیدا کرنے کا سامان مہیا

کیا گیا۔ لیکن لطف کی بات یہ ہے۔ کہ کسی بھی جگہ کسی مرزائی کو یہ حوصلہ نہیں ہوا۔ کہ کسی آریہ سماجی کے گھر پر جاکر روبرو ہوکر اُسے تبلیغ مرزائیت کرتا۔ مگر کرتے بھی کیسے؟ شیر کی غار میں جاکر اس سے دست پنجہ لینا کسی دل گردہ والے الشان کا کام ہے نہ کہ فنا ویابی مرزائیوں کا۔

ہندوؤں کو تبلیغ کیسی؟

لیکن ہم تو حیران ہیں۔ کہ مرزائی ہندوؤں اور آریوں کو تبلیغ کر بھی کیسے سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کے پیرو مرشد کلجگی نبی غلام احمد آنجہانی تو فرما گئے ہیں کہ:۔

"عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ تم نظر اٹھاکر دیکھوگے۔ کہ کوئی ہندو دکھائی دے۔ مگر ان پڑھوں لکھوں میں سے ایک ہندو بھی تمہیں دکھائی نہ دیگا۔ سو تم ان کے جوشوں سے گھبراکر نومید مت ہو کیونکہ وہ اندر ہی اندر اسلام کے قبول کرنے کے لئے تیاری کر رہے ہیں اور اسلام کی ڈیوڑھی کے قریب آپہنچے ہیں" (ازالۃ الاوہام صـ۳۲)

مرزا صاحب کی اس پیشگوئی کے مطابق تو اب تک تمام تعلیمیافتہ ہندو مسلمان بن چکے ہوں گے۔ پھر ان مسلمانوں کو تبلیغ

کیسی؟ مرزائیو! ذرا ہوش کی دوا کرو؟

اسی طرح آریوں کے متعلق بھی مرزا صاحب یہ پیشگوئی کر چکے ہیں۔ کہ:-

"ابھی تم میں سے لاکھوں انسان زندہ ہونگے۔ جب تم اس آریہ دھرم کو نیست و نابود ہوتے دیکھ لوگے"

یہ تو بھگوان کی کرپا سمجھنی چاہیئے کہ وہ قصابوں کی دعاؤں پر گئوؤں اور بھینسوں کے اتلاف کا سامان مہیا نہیں کر دیتا۔ ورنہ مرزا صاحب تو اپنے قلم کی ایک ہی حرکت سے ہندوؤں اور آریوں کا صفایا کر چکے تھے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا کو بھی مرزا صاحب کے ساتھ خداواسطے کا بیر ہے۔ اور وہ بھی... ان کی تکذیب پر بُری طرح کمر بستہ ہے۔ کیونکہ مرزا کی اس پیشینگوئی کا بھی وُہی حشر ہُوا ہے۔ جیسا کہ اُس کی محمدی بیگم۔ مولوی ثناء اللہ اور شہید صادق پنڈت لیکھ رام جی کے متعلق پیشگوئیوں کا ہُوا تھا۔ کیونکہ سنہ ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کے مطابق جہاں ہندوستان بھر میں مرزائیوں کی کل تعداد ۵ ہزار نکلی ہے۔ وہاں پرماتما کی کرپا سے آریوں کی تعداد دس لاکھ نکلی ہے۔ اور وہ بھی اُس صورت میں کہ صوبجات بمبئی۔ سی پی اور یو پی وغیرہ میں کثیر التعداد بھائیوں نے مردم شماری میں حصہ نہیں لیا۔ لیکن باوجود اس کے سنہ ۱۹۲۱ء سے ۱۹۳۱ء تک کے دس سالوں میں

آریہ سماجیوں کی دو سو فی صدی سے زیادہ ترقی ہوئی ہے۔ مرزائیوں کو چاہئے۔ کہ آئندہ وہ آریوں کی تخریب کی بجائے ان کی ترقی و اقبال کی دعائیں کیا کریں۔ کیونکہ ؟ ؏

آخر تو دشمنی ہے دُعا کو اثر کے ساتھ

چونکہ مرزائی بدترین قسم کی مردم پرستی میں بُری طرح مُبتلا ہیں۔ اسلئے انہوں نے قادیانی قصرِ خلافت سے صادر شُدہ حکم کے مطابق ۱۵ر مارچ کے دن ہندوؤں میں طرح طرح کے حیلوں بہانوں سے تبلیغ کرنی شروع کر دی۔ اس دِن لاہور کے مرزائی بھی خاموش نہیں رہے۔ ان میں سے ایک " ابوالبشیر مرزا " نے " ہندو جنتا اور اس کا کرتویہ " کے عنوان سے ایک نہایت لچر اشتہار شایع کیا۔ جس میں ہندی اور اُردو دونوں زبانوں کی ٹانگ توڑتے ہوئے خوب داد مرزائیت دی گئی ہے ہم ذیل میں اس اشتہار پر اختصار کے ساتھ تبصرہ کر کے ناظرین پر واضح کرنا چاہتے ہیں۔ کہ مرزائی تبلیغ دین کے لئے کس قسم کی حرکات شنیعہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور کیسی لایعنی باتیں کہہ جاتے ہیں ؀

سچائی کے درجے نہیں ہوتے

اشتہار کے شروع میں ہی اشتہار دہندہ " ابوالبشیر مرزا " نے

ہندوؤں کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ :-

وہ کیوں ابھی تک دھارک ودیالیہ کی پہلی
جماعت یعنی پراچین دھرم پر ہی قائم ہیں؟ اور
کیوں نہیں اُنتی کرکے انتم درجے یعنے اسلام کو
حاصل کرنے کا پریتن کرتے "

ہم ابوالبشیر مرزا کو بتلانا چاہتے ہیں۔ کہ ہندو لوگ دھرم اور سچائی کے درجے نہیں مانتے یا وہ جانتے ہیں۔ کہ اگر سچ بولنا۔ شراب نہ پینا۔ زنا نہ کرنا شروع دُنیا میں دھرم تھا۔ تو اب بھی ایسا ہی ہے۔ اگر باوجود بڑھاپے کے شادیوں پر شادیاں کرنا۔ کسی کے دل کو دُکھانا۔ مکروفریب سے مذہب کے نام پر جھوٹی دوکانداری کرنا۔ دوسروں کی بہو۔ بیٹی کو اپنی بہو بیٹی نہ سمجھ کر ان پر بُری نظر ڈالنا۔ اور ان کے متعلق نیچ کامنائیں کرنا آج سے لاکھوں کروڑوں برس پہلے پاپ تھا۔ تو آج بھی یہ افعال پاپ اکرم ہی کہلاتے ہیں ؎

میرے گمراہ بھائیو! اگر پراچین کال میں دو اور دو چار ہوتے تھے۔ تو کیا اب یہ ترقی کرکے پانچ ہو گئے ہیں؟ اور اگر پراچین کال میں سورج مشرق سے طلوع ہو کر مغرب میں غروب ہوتا تھا۔ تو کیا اب بیسویں صدی میں یہ اس سے الٹ ہوتا ہے ہرگز نہیں۔ دوستو! جہاں تک مسلمہ سچائیوں EVIDENT TRUTHS

دجن کا دوسرا نام دھرم ہے) کا تعلق ہے یہ غیر متغیر اور لاتبدل ہوتی ہیں کمی وبیشی محدود العقل کمزور طبع اور متلوّن مزاج انسانوں کے کاموں میں ہوتی ہے نہ کہ عالم کل اور ہمیشہ ایک رس رہنے والے پرماتما کے قول و فعل ہیں۔ پس مرزا صاحب کا ہندوؤں کو دائمی سچائیوں کو چھوڑنے کے لئے کہنا ان کے فہیم و بصیر ہونے کا ثبوت نہیں ہے ۔

دوسری اپیل جو مرزا ابوالبشیر صاحب نے ہندو قوم سے کی ہے وہ یہ ہے کہ وہ :۔

"اپنے دھن دولت کا گھمنڈ نہ کرے۔ بلکہ کرشن قادیانی جیسے پرماتما نے اس یگ کا جگت گورو بنا کر بھیجا ہے۔ کی سنگت میں سملت ہو کر ستیہ دھرم اسلام کے دوارا اپنے جنم داتا ایشور کی اچھیا پورن کرے تاکہ وہ بے کار وستو کی بھانتی پھینک دیا جانے کے یوگیہ نہ ٹھہرے"

ان سطور میں بھی ابوالبشیر صاحب نے محض دعوے ہی دعوے کیا ہے۔ دلیل کا کہیں نام و نشان بھی نہیں جسے آپ کرشن قادیانی کہتے ہیں۔ ہندو تو اس کا نام کرشن کے ساتھ وابستہ کیا جانا انتہا درجہ کا پاپ اور ایک سراسر کمینہ اور سخت دل آزارانہ فعل سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ان دونوں کے قول و فعل اور طبائع و خصائل

ہیں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ہندوؤں کے کرشن جی یوگی راج عالم اکمل اور شوربیر، نیتی وان تھے۔ بخلاف اس کے مرزا غلام احمد آنجہانی جسے آپ کرشن قادیانی کہتے ہیں۔ آخری عمر میں ایک نیک بخت اور پتی برتا دیوی کے ساتھ نکاح کے خواب دیکھتے رہے۔ اور دُنیاوی مال و دولت کی فراہمی میں دن رات مستغرق رہتے تھے۔ شوربیر ہونا تو کجا رہا۔ جب ایک عدالت نے آپ کو ڈانٹ بتلائی کہ آئندہ کسی کی موت و فوت کی پیشگوئیاں نہ کیا کریں۔ تو آپ نے جھٹ کان کو ہاتھ لگایا اور آئندہ ایسی حرکات سے اجتناب کرنے کا پختہ وعدہ کیا۔ پس ہندوؤں کے کرشن اور اس مرزائی کرشن کا کیا مقابلہ ہو سکتا ہے ؛

تیسری اپیل مرزا ابوالبشیر نے یہ کی ہے کہ :۔

"راجیہ پراپتی کے لئے بھی یہ اوشیک ہے۔ کہ ہندو مسلمان بن جائیں"

اور اس کے لئے دلیل یہ دی ہے کہ "اس صورت میں وہ درختوں۔ حیوانوں اور پتھروں کے سامنے سیس جھکانے کی بجائے سنسار کی ان تمام وستوؤں کو اپنی سیوا میں لگا سکینگے" یہ اپیل بھی سراسر فضول اور نامعقول ہے۔ اول تو مرزائیوں کو کسی کے مسلمان بننے یا نہ بننے سے کیا تعلق۔ کیونکہ اگر خدانخواستہ ہندو مسلمان بن بھی جائیں تو بھی وہ مرزائیوں کے نزدیک ویسے کے ویسے

کافر رہیں گے۔ جیسے کہ وہ مسلمان بننے سے پہلے ہندو رہنے کی صورت میں تھے۔ وجہ یہ کہ مرزائیوں کے گورو گھنٹال مرزا غلام احمد آنجہانی نہ صرف دُنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر اور خارج از دین اسلام سمجھتے تھے۔ بلکہ وہ تو یہاں تک ان کے متعلق لکھ گئے ہیں۔ کہ:۔

ہر مسلمان .... مجھے قبول کرتا ہے اور میری
دعوت کی تصدیق کرتا ہے مگر بدکار رنڈیوں (زناکاروں)
کی اولاد جن کے دلوں پر خُدا نے مہر کی ہے وہ مجھے
قبول نہیں کرتے" (آئینہ کمالات صفحہ ۵۴۷ و ۵۴۸)

پس مرزائیوں کا کسی کو مسلمان بننے کے لئے کہنا ایک طرح پر اُسے گالی دینا ہے لیکن اگر بفرض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ انہیں کسی کو مسلمان بننے کے لئے کہنے کا حق حاصل ہے تو بھی متذکرہ بالا اپیل سراسر نامعقول ہے۔ کیونکہ ہم ان سے پوچھتے ہیں۔ کہ کیا مسلمان درختوں۔ پتھروں۔ اینٹوں اور کاغذوں کی پرستش نہیں کرتے؟ کیا ہندوستان میں ہزاروں۔ لاکھوں قبروں پر مسلمانوں کے آئے دن کے بھاری اجتماع۔ پیروں فقیروں کے آگے سجدے۔ کاغذوں کے تعزیوں کی پرستش اور خود مکہ معظمہ میں سنگ اسود کو بوسہ دینے کی رسم اور تمام مسلمانوں کا محض کعبہ رو نماز پڑھنا مخلوق اشیاء کی پرستش نہیں ہے؟ ہے اور یقیناً ہے۔ ہاں پرماتما کی کرپا

سے ویدک دھرم ہی ایک ایسا دھرم ہے۔ کہ جو کسی بھی مخلوق کی
خواہ وہ انسان ہو یا حیوان اینٹ ہو یا پتھر پرستش کرنا نہیں سکھلاتا بلکہ ایک پار برہم پرمیشور
کی اُستتی اور پرارتھنا، اُپاسنا کرنیکا حکم دیتا ہے پس اگر مرزا ابوالبشیر اور انکے ساتھی مرزائی
فی الحقیقت شجر و حجر کی پرستش سے کنارہ کشی کے متمنی ہیں اور ایک واحد خدا کی
بارگاہ میں سربسجود ہونا چاہتے ہیں۔ تو انہیں ادھر اُدھر نہ بھٹکتے ہوئے فوراً
ویدک دھرم کی شرن میں آکر آریہ بن جانا چاہئے۔ پھر وہ دیکھیں۔ کہ انہیں
دین و دُنیا میں سرخروئی حاصل ہوتی ہے یا نہیں ہمیں
حیرت ہے کہ ابوالبشیر مرزا نے ہندوؤں کو مسلمان بنانے
کے لئے یہ کیسی لچر دلیل دی ہے کہ اگر مسلمان ہندوؤں کے ساتھ
لڑائی میں اپنے آگے گئوؤں کی قطاریں کھڑی کر لیں تو ہندو ان پر
گولی نہ برسا سکینگے۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ اگر کسی ہندو فوج کا کمانڈر
اپنی فوج کے آگے قرآن شریف کی ہزاروں لاکھوں جلدوں کی ایک
دیوار سی کھڑی کردے تو کیا مرزائی سپاہی اسپر گولی چلا نیکیلئے تیار ہو جائینگے
یا اگر عرب میں دشمن کی فوج مکہ معظمہ کی اوٹ میں ہو کر مسلمانوں پر گولی
چلائے تو کیا ایک مسلم کمانڈر اپنی فوج کو گولہ باری بند کرنے کا حکم دیگا یا
نہ۔ ابوالبشیر جو جواب ہمارے اس استفسار کا دینگے وہی ہندوؤں کی
طرف سے گائیوں کے متعلق سمجھ لیں۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ ایسی مشکل تو
تب پیش آئے گی۔ جبکہ ہندو مسلمان آپس میں برسرِ پیکار ہونگے۔ اور
مرزائی کمانڈر انچیف تمام تو انین جنگ اور بہادری اور شجاعت کے

اصولوں کو پاؤں تلے روندتے ہوئے ایسی کمینہ حرکت کریگا۔ کہ دشمن کا سچے بہادروں کی طرح مقابلہ نہ کرتے ہوئے غریب گاؤں کی اوٹ میں پناہ ڈھونڈے گا۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ اگر تمام مسلمان (مرزائی) شدھ ہوکر آریہ بن جائیں۔ تو نہ انہیں گائے کی پرستش کرنی پڑے گی۔ اور نہ کسی پر گولی چلانے کی نوبت آئے گی۔ کیونکہ ویدک دھرم تو امن و شانتی کا دھرم ہے اور اس یگ میں

شہزادہ امن رشی دیانند

تمام سنسار کے لوگوں کو بلا تخصیص مذہب و ملت پریم اور شانتی کا سندیش دے گئے ہیں۔ پس مرزائیوں کو اس کار خیر میں سب سے پہلے ابتداء کرنی چاہیئے اور دین و دنیا میں سرخروئی حاصل کرنی چاہئیے۔ کیوں ہے مرضی؟

اسی ضمن میں ابوالبشیر صاحب نے ایک اور عجیب بات لکھی ہے کہ

"ہندو اسوجہ سے بھی حکومت نہیں کرسکتے کہ انہیں ذات پات اور کھان پان کا بھید ہے اور جبتک یہ بھید موجود ہے تب تک وہ سنگھٹن نہ ہونیکی صورت میں وہ سوراج حاصل نہیں کرسکتے"

اول تو ہم پوچھتے ہیں کہ مرزائیوں کو سوراج سے کیا تعلق؟ ان کے گورو گھنٹال تو مرزائیوں کو ہمیشہ کے لئے انگریز و نکاجن کی حمایت میں انہوں نے

(خود مرزا کے قول کے مطابق) اتنی کتابیں لکھی تھیں کہ جن سے ۵۰ الماریاں بھر سکتی ہیں۔ مطیع و فرمانبردار رہنے کا حکم دے گئے ہیں کیا اب انکا ہندوؤنکو سوراج کیلئے اکسانا اور ورغلانا اس حکم کی سرتابی اور انگریزی حکومت سے صریح غداری نہیں؟ لیکن اگر اس سوال کے اس پہلو کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو بھی ہم مرزائیوں سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ کیوں جی! کیا یہ کھان پان اور ذات پات کا بھید مسلمانوں میں موجود نہیں؟ کیا کوئی سید یا مسلمان راجپوت اور پٹھان اپنی بیٹی کسی مسلمان جولاہے۔ تیلی، میراثی یا مسلی کو دینے کیلئے تیار ہے؟ اور کیا کوئی مسلمان جولاہا یا موچی سید بن سکتا ہے؟ ابھی پچھلے دنوں سرہند میں جب ہندوؤں نے اپنے اچھوت بھائیوں کو پبلک کنوؤں پر چڑھایا تو وہاں کے مسلمانوں نے نہ صرف خود ان کنوؤں سے پانی بھرنا بند کر دیا بلکہ اپنے مویشیوں کو بھی ان کنوؤں کا پانی دینا ترک کر دیا۔ اسی قسم کا واقعہ بھٹنڈہ میں بھی ہو چکا ہے دور کیوں جائیں؟ ہم خود مرزائیوں سے ہی پوچھتے ہیں کہ ان کے اپنے اندر جو لاہوری اور قادیانی کا بھید ہے بلکہ قادیان دارالامان میں بھی احمد نور رسول اللہ اور اسکے متبعین کی ایک علیحدہ جماعت پیدا ہو گئی ہے جس پر مرزائی من مانی سختیاں کرتے رہتے ہیں کیا یہ سب کچھ سنگھٹن کا ہی مظہر ہے اور علاوہ ازیں مرزائیوں اور مسلمانوں کے درمیان اور مسلمانوں میں سنیوں شیعوں اور سنیوں کے درمیان جو آئے دن جوتیوں میں دال بٹتی رہتی ہے یہ انکے باہمی سنگھٹن کا ہی ثبوت ہے پس ہی چھاج تو بولے بیچاری چھلنی کیا بولے جس میں ایک لاکھ ۹۹ ہزار ۹ سو ۹۹ سوراخ پہلے ہی موجود ہیں۔

چوتھی اپیل جو اس قادیانی مرزا نے ہندوؤں سے کی ہے وہ اس کے

اپنے الفاظ میں اس پرکار ہے :-

"میں ان کو بشارت دیتا ہوں کہ پرماتما نے اس انتم یگ میں اپنے
کل مگی اوتار کو اس بھارت ورش کے ایک پوتر استھان قادیان
میں پرگٹ کیا ہے پس ہندو جنتا کا کرتویہ ہے کہ وہ پرماتما کے
اس اوتار کو سویکار کرے"

اوتاروں کے متعلق ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ خود پرماتما ہی ان اوتاروں
کی صورت میں جنم لیتے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ مرزائی بھی مرزا غلام احمد کو خدا ہی سمجھتے
ہیں کیونکہ مندرجہ بالا الفاظ میں صاف طور پر انہیں پرماتما کا اوتار بتلایا گیا ہے ہمارے
خیال میں مرزائیوں کا یہ عقیدہ کوئی ناواجب بھی نہیں ہے کیونکہ مرزا غلام احمد آنجہانی خود ہی تو لکھ گیا ہے

"میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اللہ ہوں اور میں نے یقین کر لیا کہ
میں وہی ہو گیا ہوں اس حال میں میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہم کوئی
نیا نظام دنیا کا بنائیں پس میں نے پہلے آسمان اور زمین اجمالی شکل میں
بنائے جن میں کوئی تفریق و ترتیب نہ تھی پھر میں نے انہیں جدا جدا کر دی
اور جو ترتیب درست تھی اسکے مطابق ان کو ترتیب کر دیا - اور میں
اسوقت اپنے آپکو ایسا پاتا تھا گویا میں ایسا کرنے پر قادر ہوں پھر
میں نے دنیا کا آسمان بنایا اور میں نے کہا انّا زیّنّا السماء الدنیا بمصابیح -
پھر میں نے کہا ہم انسان کو مٹی سے بناتے ہیں" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۴ و
۵۶۵ - در سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد پنجم صفحہ ۲۲۱۵-۲۲۱۶)

علاوہ ازیں مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن شریف خدا کا کلام ہے مگر مرزا صاحب

لکھتے ہیں کہ " قرآن میرے منہ کی باتیں ہیں" حقیقۃ الوحی ص ۸۴
پس ظاہر ہے کہ مرزائیوں نے مرزا صاحب کو پرماتما کا اوتار مانکر ہندوؤں
کے ایک مسلمہ عقیدہ کے آگے سر تسلیم خم کر دیا ہے ۵
شد غلامے کہ آب جو آرد   آب جو آمد و غلام ببرد
اگر اس میں کوئی کسر باقی تھی تو وہ ابو البشیر صاحب نے ہندوؤں کے نام آخری
اپیل میں پوری کر دی ہے آپ لکھتے ہیں :-
" اے ہندو جاتی تو کرشن بھگوان کی محبت کا دعویٰ بھی کرتی ہے اور
پھر اسکے کتھن کو بھول گئی ہے کیا اس نے تجھے نہیں بتایا تھا کہ
جب دھرم کی ہانی ہوتی ہے اور ادھرمی ظلم کرتے ہیں تو اسوقت میں
اپنی آتما کو پرگٹ کرتا ہوں ... بس میں بھگوان کرشن کے بھگتوں
کے لئے ڈھنڈورہ دیتا ہوں کہ کرشن بھگوان نے اپنی پرتگیا انوسار
بھارت ورش کی بیاس ندی کے تٹ پر اپنی آتما کو پرگٹ کر دیا
ہے " (الفاظ جلی قلم میں ہمنے کر دئے ہیں)
ان سطور میں ابو البشیر مرزائی نے تسلیم کر لیا ہے کہ کرشن جی مہاراج کا فرمان
یہ ہے کہ جب کبھی دنیا میں دھرم کی ہانی ہوتی ہے تو وہ اپنی آتما کو پرگٹ کرتے ہیں اور
اب ان کی آتما مرزا غلام احمد قادیانی کے روپ میں پرگٹ ہوئی ہے ؛
پرگٹ ہوتی ہے یا نہیں یہ دوسرا سوال ہے لیکن ان سطور میں اس
مرزائی مبلغ نے یہ تو تسلیم کر لیا ہے - کہ مرزا غلام احمد کے جسم میں وہی آتما تھی جو بھگوان
کرشن کے جسم میں تھی - اسی کا نام تناسخ ہے اور یہ انتہائی مسرت کا مقام ہے - کہ

مرزائیوں نے اس عقیدہ کو قبول کرلیا ہے ۔ بول ویدک دہرم کی جے!

رہا یہ امر کہ فی الحقیقت مرزا صاحب کرشن کے اوتار تھے یا نہ۔ اس سلسلہ میں ہم صرف یہی کہنا چاہتے ہیں ع: چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ بھگوان کرشن سنسار میں گوپال (گئووں کے رکھشک) کے نام سے پرسدھ ہیں اور مرزا گئو بھکشک تھا۔ کرشن بھگوان نے اپنے جیون میں صرف ایک عورت یعنی شری رکمنی دیوی کیساتھ شادی کی تھی۔ بخلاف اسکے مرزا غلام احمد کی کئی بیویاں تھیں اور باوجود پیرانہ سالی انہوں نے اپنی عمر کے آخری حصہ میں ایک مسلمان دیوی مسمات احمدی بیگم کے ساتھ نکاح کیلئے زبردست تگ و دو کی جو افسوس پوری نہ ہوئی پس مرزا غلام احمد کا کرشن کے ساتھ کیا میل۔ کجا رام رام کجا ٹیں ٹیں۔ البتہ ایک بات کیلئے ہم مرزا صاحب اور ان کے متبعین کے مشکور ہیں اور وہ یہ کہ وہ اپنے مذہب کو ویدک دہرم کے قریب لا رہے ہیں ناظرین نے اسکے کچھ نمونے تو اوپر کی سطوروں میں دیکھ لئے ہیں کہ کسطرح مرزائی اب ایشور کے اوتار آتما اور تناسخ کے قائل ہو گئے ہیں اب ہم ذیل میں یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ خود انکے بانی مبانی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آنجہانی اگر پورے پورے نہیں تو کم از کم ۷۵ فیصدی ویدک دہرمی ہو کر مرے ہیں۔

اس دعوی کا ثبوت لیجئے۔ ناظرین اس بات سے بخوبی واقف ہونگے کہ ویدک دہرم کی بنیاد ایشوری گیان وید پر ہے اگرچہ مرزا صاحب اپنی تمام عمر میں وید کو انسانی کلام اور فواحشات اور شجر و حجر کی پرستش سے پر بتلاتے رہے لیکن مرنے سے صرف چند روز پہلے انہوں نے ایک کتاب پیغام صلح لکھی تھی جس میں انہوں نے وید کے متعلق اپنا حسب ذیل اعتقاد ظاہر کیا:۔

"ہم وید کو بھی خدا کی طرف سے مانتے ہیں۔۔۔۔ ہمارا پختہ اعتقاد ہے

کہ وید انسان کا افترا نہیں ''۔ (پیغام صلح دوسرا ایڈیشن صہ ۱۱)

" ہم خدا سے ڈر کر وید کو خدا کا کلام جانتے ہیں اور جو کچھ اسکی تعلیم میں غلطیاں ہیں وہ وید کے بھاشکاروں (مفسروں) کی غلطیاں سمجھتے ہیں " (پیغام صلح دوسرا ایڈیشن صہ ۱۲)

یعنی اصل وید کے متن میں کوئی غلطی نہیں صرف اسکے مترجموں نے غلطی کی ہے

" میں وید کو ہبات سے منزہ سمجھتا ہوں کہ اسنے اپنے کسی صفحہ پر ایسی تعلیم شائع کی ہو کہ جو نہ صرف خلاف عقل ہو بلکہ پرمیشور کی پاک ذات پر بخل اور پکشپات کا داغ لگاتی ہو " (ایضاً صہ ۷)

" جس قدر اسلام میں تعلیم پائی جاتی ہے وہ تعلیم ویدک دھرم کی کسی نہ کسی شاخ میں موجود ہے " (ایضاً صہ ۵)

سب سے بڑھ کر حیرت یہ ہے کہ مرزائی غلام احمد کا نام کرشن کس طرح رکھتے ہیں مسلمانوں کے ہندو آنہ نام تو صرف شدھی کے بعد رکھے جاتے ہیں وہ براہ مہربانی بتلائیں کہ مرزا غلام احمد کو سناتنیوں یا آریوں نے کب اور کہاں شدھ کیا تھا؟

پس ان سطور سے صاف ظاہر ہو جائیگا کہ مرزائیوں کا ہندوؤں کو تبلیغ کرنا سراسر فضول ہے جبکہ وہ خود عملاً ویدک دھرم کی شرن آرہے ہیں پرماتما کرے کہ وہ دن جلد آئے جب وہ پورن روپ سے اور سو فیصدی آریہ بنجائیں تاکہ پھر ع

کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری!

جو بولے سو ابھے
ویدک دھرم کی جے